© rasailojaraid.com

محمد جعفر پھلواری

روشن خیال مفکّر

یوں تو مرحوم خلیفہ صاحب کو آغاز تعلیم ہی سے علمی، ادبی، تحریری، تقریری اور مجلسی صلاحیتیں قدرت کیطرف سے عطا ہوئی تھیں لیکن زمانے کے ساتھ ساتھ مرحوم کی ان تمام صلاحیتوں میں ارتقا ہوتا گیا اور جب انہوں نے ادارۂ ثقافت اسلامیہ کی بنیاد رکھی تو ان کی تمام صلاحیتوں کی نمود بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ ثقافتی دور کو انکی صلاحیتوں کے ارتقا کا آخری دور سمجھنا چاہیے۔ بعض اوقات انسان کے اندر بہت سے خیالات مرکوز ہوتے ہیں لیکن متعدد وجوہ سے ان کا اظہار یا تشریح نہیں ہو پاتی پھر جب مناسب موقع ہاتھ آتا ہے تو چھپی ہوئی چیزیں ابھرنے لگتی ہیں۔ مرحوم جب لاہور میں تھے تو انگریزی حکومت کا تسلط تھا۔ جب حیدر آباد میں تھے تو دن کو رات اور رات کو دن کہلوانے والا نظام حکومت کا مسلط تھا اور جب کشمیر میں تھے تو مظلوم مسلمان اکثریت پر جبر و استبداد کی حکومت تھی۔ غرض کسی جگہ بھی انہیں وہ ماحول نہیں ملا جہاں وہ اپنے دل کی بات کھل کر کہہ سکتے۔ اپنی پرائیویٹ اور قابل اعتماد صحبتوں میں وہ بہت کچھ کہہ جاتے تھے لیکن لکھ نہیں سکتے تھے۔ ماحول کو نبھانا ضروری تھا اس لیے وہی باتیں کہیں جو خالص فلسفیانہ اور علمی و ادبی انداز کی تھیں اور جہاں صاف صاف کچھ کہنا پڑا وہاں حسین و جمیل اشاروں سے کام لیا یا لطائف کے پردے میں کہہ گئے۔

لیکن جب پاکستان وجود میں آیا اور انہیں خلاف توقع کشمیر چھوڑنا پڑا تو انہیں ایک ایسی فضا میسر آگئی جہاں انہیں اپنے دل کی بات کہنے کے مواقع ہاتھ آئے۔ اب ان پر کوئی خارجی دباؤ نہ تھا اور اس کے علاوہ ملکی و قومی تقاضوں نے بھی انہیں مجبور کر دیا کہ وہ صحیح راہنمائی میں کوئی پس و پیش نہ کریں۔ بات انسان وہیں کرتا ہے جہاں کچھ لوگ اسے توجہ سے سننے والے موجود ہوں۔ تائید یا تردید میں سنجیدہ و لطیف انداز اختیار کرنے ہوں خوش قسمتی سے ایسا ہی ماحول ادارۂ ثقافت اسلامیہ میں انہیں مل گیا۔ ایک طرف آزادیِ فکر و ضمیر اور دوسری جانب ردّ و قبول کے لیے خوشگوار ماحول۔ ان دونوں چیزوں نے مل کر ایک ایسی فضا پیدا کر دی کہ حقائق و معارف اُبل اُبل کر باہر آنے لگے۔ اعلیٰ افکار و خیالات اچھل اچھل کر پیمانۂ پروان چڑھنے لگے۔

مرحوم خلیفہ صاحب کی طبیعت "سفر ظی" واقع ہوئی تھی۔ پڑھنا لکھنا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا لیکن ان کی زندگی کے بہترین لمحات وہ ہوتے تھے جب اہل علم کا مجمع ہو اور وہاں کوئی علمی بحث چھڑی ہوئی ہو۔ ایسے مواقع پر مرحوم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو ہر جس طرح کھلتے تھے وہ دیکھنے کے قابل ہوتے تھے۔ سوال و جواب بھی ہو رہے ہیں۔ طنز بھی ہو رہی ہے مگر کسی ادنیٰ دل شکنی کے بغیر، لطائف بھی ہو رہے ہیں۔ پھر اشعار بھی ہیں، فلسفہ بھی ہے، تاریخ بھی ہے، حدیث بھی ہے، تفسیر بھی ہے، اور ہر مشہور زبان کے اقتباسات بھی ہیں۔

یوں تو وہ یہاں بھی رہے اپنے حسن مذاق کے مطابق ایک ماحول پیدا کرتے رہے لیکن جو فضا انہیں یہاں لاہور میں اور خصوصاً ادارۂ ثقافت اسلامیہ میں ملی وہ کہیں میسر نہ آسکی کیونکہ یہ محلس عین ان کی آرزوؤں کے مطابق تھی اور یہیں ان کے سقراطی ذوق کی تسکین ہوتی تھی۔ یہاں وہ کھل کر بولتے تھے اور کھل کر سنتے تھے۔ جس دن رفقائے ادارہ یا وہ اس لطفِ صحبت سے محروم رہ جاتے اس دن ہم دونوں ہی تشنگی سی محسوس کرتے تھے

خلیفہ صاحب کے بعض افکار کو سننے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان پر کن شخصیتوں کا گہرا اثر تھا اور ان سب کے مجموعی اثرات نے مل جل کر خلیفہ صاحب کو ایک الگ نرالی شخصیت بنا دیا تھا۔ متاخرین میں وہ سر سیدؒ سے بہت متاثر تھے۔ اس کے بعد ان کے رفیق و شاگرد مولانا وحید الدین سلیمؒ سے بھی خاصے متاثر تھے۔ پھر علامہ اقبالؒ کے تو شاگرد ہی تھے اس لیے ان کا بھی خاصا اثر خلیفہ صاحب پر تھا۔ ہم یہاں ان تمام لوگوں کا ذکر نہیں کر رہے ہیں جن کے افکار کا خلیفہ صاحب پر اثر تھا۔ یہاں ہم صرف انہی تین شخصیتوں کا ذکر کر رہے ہیں جن سے خلیفہ صاحب متاثر تھے۔

اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ سر سیدؒ اپنے دور کے سب سے بڑے ترقی پسند علما میں تھے۔ بہت سے مسائل میں انہوں نے اپنے خیالات بے دھڑک ظاہر کیے اور اس وقت نہ یہ لحاظ کیا کہ عوام میں اس کا کیا ردِ عمل ہوگا اور نہ اس کی پرواہ کی کہ ہر مسئلے کو اجماعی کہنے والے ملا کیا کہیں گے۔ مثلاً انہوں نے سب سے پہلے حیات مسیح کے متعلق آپ نے وہ خیالات ظاہر کیے جو اجماع امتؐ کے خلاف سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعد میں انہی خیالات کا سرقہ کر کے بعض حضرات خود مسیح بھی بن گئے۔ معراج نبویؐ کو انہوں نے جس انداز سے بیان کیا وہ بھی تقریباً خلاف اجماع ہی سمجھا جاتا تھا۔ غلامی پر انہوں نے جو کچھ لکھا وہ بھی قدامت پرستوں کے نزدیک خلافِ اجماع ہی تھا۔ اسی قسم کے بہت سے افکار ہیں جن کے اظہار کے عوض سر سید آج تک قابل ملامت سمجھے جاتے ہیں۔

یہی حال مولانا وحید الدین سلیم کا تھا۔ وہ فقہ کے سارے دفتر کو نظر ثانی کا محتاج سمجھتے تھے اور فرسودہ مسائل کو بالکل رد کر دینے کے قائل تھے

اس کے بعد اقبال کا دور آیا تو انہوں نے بھی فقہ جدید کی تدوین کو وقت کی سب سے بڑی ضرورت تسلیم کیا۔ خلیفہ صاحب مرحوم کے افکار پر ان تین شخصیتوں کا جو اثر تھا وہ ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں زبان و قلم سے ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ وہ کسی مسلک کی فقہ کو از ابتدا تا انتہا واجب التسلیم نہیں سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ موجودہ دور کی ضرورتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تقاضوں کے مطابق جس مسلک کی فقہ میں کام کی بات ملے لے لینی چاہیئے اور جو حصۂ فقہ ہمارے عصری تقاضوں کو پورا نہ کرے اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اپنے ان خیالات کی وجہ سے ہر مسئلے کو وہ ترقی پسندانہ نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے اور ترقی پسندانہ ہی حل تلاش کرتے تھے۔ جمود سے وہ بڑی بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ ان کی ترقی پسندی محض خیالی نہ تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ تھا کہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں عصری تقاضوں کے مطابق چلنا چاہیئے۔

عائلی وازدواجی کمیشن کے موقع پر وہ مجھ سے خصوصیت کے ساتھ ہر مرحلے پر مشورہ کرتے تھے۔ جہاں میرے ان کے درمیان رائے کا توافق ہوتا اور میں اس کے لیے حوالے تلاش کرکے دیتا تو وہ بے حد خوش ہوتے تھے۔ کمیشن کی رپورٹ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے خیالات میں کس قدر لبرل واقع ہوئے تھے۔ اور اسی طرح اس جمود کا اندازہ کرنا بھی مشکل نہیں جو اختلافی نوٹ میں ظاہر کیا گیا ہے

فیملی پلاننگ پر میں ان سے کئی دن گفت گو کرتا رہا۔ جب میرا پورا اطمینان ہوگیا تو انہی کی فرمائش پر میں نے وہ تمام مضامین لکھے جو ادارے کی مطبوعہ "تحدید نسل" میں موجود ہیں۔

اسی طرح کمرشل انٹرسٹ پر میرے مضامین بھی انہی کی فرمائش سے شائع ہوئے۔

تعداد ازدواج پر جب انہوں نے میرے خیالات سنے تو اس موقع پر بھی انہی کی فرمائش سے میں نے اپنے مضامین قلم بند کیے جو اب کتابی شکل میں شائع ہوگئے ہیں

ان تمام چیزوں سے پہلے ایک دن غنا و موسیقی کا ذکر چھڑ گیا خلیفہ صاحب کو موسیقی سے عملی لگاؤ بالکل نہ تھا انہوں نے کہا کہ: سنا ہے آپ کو گانے سے بھی دلچسپی ہے۔ میں نے کہا: "میں چشتی ہوں لیکن گانے سے میری دلچسپی چشتی ہونے سے بہت پہلے سے ہے"۔ اس کے بعد اس موضوع پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے کچھ گفت گو ہوئی تو کہنے لگے کہ: اگر گانا ہماری ثقافت میں شمار ہوسکے تو اس پر بھی ایک کتاب ہونی چاہیئے۔ میں نے کہا کہ یہ خدمت میرے سپرد کر دیجیے۔ جب میں نے "اسلام اور موسیقی" لکھی تو وہ اسے پڑھ کر بہت متاثر ہوئے چنانچہ جب — عالمی سیمینار لاہور میں منعقد ہوا تو اقطار عالم کے ان تمام نمایندوں کو خلیفہ صاحب نے ادارے میں بھی مدعو کیا۔ اس موقع پر ادارے کی تمام مطبوعات کی نمائش بھی ہوئی تھی۔ خلیفہ صاحب نے انگریزی میں ادارے کے مقاصد اور کارگزاریوں کا ذکر کرتے ہوئے جب کتابوں کا تعارف کرایا تو مثال میں صرف ایک ہی کتاب کو پیش کیا اور وہ تھی "اسلام اور موسیقی"۔ (اس کے بعد پروفیسر مہدی علام نے اس تقریر کا برجستہ عربی ترجمہ کرکے عرب نمائندوں کو سنایا)

اس کے علاوہ "تشبیہات رومی" میں بھی خلیفہ صاحب نے آغاز ہی میں حاشیے پر بڑے اچھے الفاظ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرحوم خلیفہ صاحب کو میرے خیالات سے سن کر بڑا تعجب بھی ہوتا تھا ۔ انہوں نے ایک موقع پر پوچھا کہ ایک مولوی ہونے کے باوجود یہ روشن خیالی کہاں سے آگئی ؟ کسی نے کہا ندوی ہونے کی وجہ سے ۔ بولے ! سب ندوی تو ایسے نہیں ہوتے ۔ میں نے کہا اس کا جواب دو چار دن تک عرض کروں گا کیونکہ جو کچھ میں کہوں گا اس کی زندہ شہادت بھی ہونی چاہیئے اور وہ دو چار دن تک آجائے گی ۔ لیکن اگر آپ کو زبانی جواب سے تسکین ہو سکے تو میں عرض کروں بات یہ ہے کہ میں بانیِ ندوۃ العلماء حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی ؒ کا فرزند ہوں اور وہ اپنے دور کے روشن خیال عالم وصوفی تھے اور مجھ میں یہ روشن خیالی انہیں سے وراثت میں ملی ہے " ۔۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے حضرت ممدوح کی وہ تقریر دکھائی جو انہوں نے ندوۃ العلماء کے ابتدائی اجلاس کانپور منعقدہ ۱۳۰۲ھ میں فرمائی تھی ۔ یہ تقریر سرسید نے اپنے اخبار "تہذیب الاخلاق" میں اپنے ایک نوٹ کے ساتھ شائع کی تھی ۔ خلیفہ صاحب نے یہ مضمون اور سرسید کا نوٹ غور سے پڑھا اور کہا کہ اسے ضرور "ثقافت" میں شائع کیجئے ۔ البتہ فلاں فلاں چیزوں کو حذف کر دیجئے کیونکہ وہ اسی دور کی چیزیں ہیں اور موجودہ دور میں ان کی کوئی خاص ضرورت نہیں ۔ چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق وہ تقریر ثقافت میں بھی شائع کر دی گئی ۔

غرض خلیفہ صاحب مرحوم کئی اہم شخصیتوں سے متاثر ہو کر ایک الگ ممتاز شخصیت بن گئے تھے ۔ ہم نے تو صرف تین متاخرین کا ذکر کیا ہے ورنہ متقدمین میں بھی بہت سے لوگوں سے متاثر تھے ۔ سقراط ، رومی ، غزالی ، اسپینوزا ، گوئٹے وغیرہ سے بھی متاثر تھے ۔ یہ تاثرات مرحوم کی تصنیفات میں جا بجا ملتے ہیں ۔ لیکن ایک چیز ہر تاثر میں مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ صاحب انہی شخصیتوں سے متاثر تھے جو لبرل ہوں اور اونچے افکار و کردار کے مالک ہوں یہی وجہ ہے کہ صوفیہ میں انہیں وہ صوفی زیادہ پسند تھے جن کی تعلیمات و تصورات میں زیادہ جکڑ بندیاں نہ ہوں ۔

اَلدِّینُ یُسرٌ

مصنفہ شاہ محمد جعفر پھلواروی

دین کو ہماری تنگ نظری نے ایک مصیبت بنا دیا ہے ورنہ حضور اکرمؐ کے فرمان کے مطابق دین آسان سی چیز ہے ۔ اس بحث پر یہ کتاب لکھی گئی ہے ۔ اس میں بہت سے مسائل ایسے بھی آتے ہیں جو اب تک الجھے ہوئے تھے ۔ صفحات ۲۶۸ ۔ قیمت ۶ روپے

ملنے کا پتہ : سیکرٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ ، کلب روڈ ۔ لاہور

© rasailojaraid.com